کے وقت یوں بنا دیتے ہیں۔) **مغیرہ** اسماء استعارہ ہیں جو کبھی تشبیہ سے حاصل ہوتے ہیں جیسے کوکب کو نسرا اور کبھی ضد سے حاصل ہوتے ہیں جیسے عرب میں اندھے کو بصیر کہتے ہیں اور کبھی باعتبار لوازم (جیسے گھی کو چکنائی کہتے ہیں یا ہر قسم کی شیرینی جیسے قلاقند وغیرہ کو مٹھائی یا بارش کو آسمان کہتے ہیں) لہذا کسی مدعا کے اظہار کے لیے بہترین طریقہ الفاظ حقیقیہ کا استعمال کرنا ہے جو اُس گروہ اور قوم میں بولے جاتے ہیں اور اُس کے سمجھنے پر قدرت ہوتی ہے ایسے الفاظ مشہور اور پامال کہے جاتے ہیں جس کا مدّعا اپنے خیالات کو دوسرے پر اس نظر سے ظاہر کرنا ہے کہ وہ پوری طرح اُس کو سمجھ سکے۔

اقوال حدیدہ اقوال ہیں جو الفاظ مشہور متبذلہ اور منقولہ اور مغیرہ اور لغویہ سے مرکب ہوں اس لیے کہ اگر قوال مدحیہ میں محض الفاظ مشہورہ پامال استعمال کیے جائیں تو وہ اقوال قوی اور با اثر نہونگے اور اُن میں رنگینی نہیں آئیگی اور یہاں رنگینی عبارت مقصود ہے اور اگر کلام الفاظ حقیقیہ سے بالکل خالی ہو تو وہ رمز اور چیستاں ہے کیونکہ رموز اسماء غریبہ یعنی منقولہ اور مشترک سے ترکیب پا کر بنتے ہیں۔

چیستاں

چیستاں وہ قول ہے جس کے اندر ایسے معانی پوشیدہ ہوتے ہیں جن تک پہنچنا ناممکن یا دشوار ہے اس لیے کہ رموز اور چیستاں کے ترکیب کلام میں ابہام ہوتا ہے جب تک اُن معانی کو بذریعہ علامات کے موجودات میں سے کسی ایک موجود پر منطبق نہ کرلیں اُس کی

حقیقت واضح نہیں ہوتی اگر یہ ابہام معنی باوجود الفاظ کے مشہور اور متداول ہونے کے پھر بھی موجود ہی تو اُس وقت اُس معنی مقصود تک پہنچنا ناممکن ہوجاتا ہی اور اگر یہ دشواری اور ابہام الفاظ غیر مشہورہ کی وجہ سے ہی تو اُن معانی کا سمجھنا اُن الفاظ کے سمجھنے پر موقوف ہوتا ہی جو بآسانی حل ہوسکتا ہی اور بہترین اقوالِ مدیحہ میں وہ اقوال ہیں جو الفاظ مستولیہ (مشہورہ) اور دوسرے اقسام کے الفاظ سے مرکب ہوں۔ اگر شاعر کا مقصود یہ ہو کہ وہ اپنے مدعا کو پوری طرح ظاہر کرے جس کو ہر شخص سمجھ لے تو اُس کو الفاظ مستولیہ استعمال کرنا چاہئیں اور اگر شاعر کا مدعا سننے والوں کے ذہن میں لذت اور تعجب پیدا کرنا ہی تو اُسکو دوسرے قسم کے الفاظ (جیسے منقول یا مغیرہ وغیرہ لانا چاہئیں)۔ چنانچہ اگر شاعر کا مقصود اظہارِ مدعا ہی اور اُس کے لیے الفاظ مشترکہ لاتا ہی تو یہ کلام مضحکہ انگیز ہوگا۔ یا اگر مقصود شاعر سننے والوں کے دل میں لذت اور تعجب پیدا کرنا ہی اور اُس کے لیے وہ الفاظ مستولیہ مبتذلہ لاتا ہی تو یہ کلام بھی لغو اور مضحکہ انگیز ہوگا لہذا شاعر کے لیئے لازم ہی کہ کلام میں الفاظ غیر مستولیہ (مشہورہ) کو بکثرت استعمال نہ کرے ورنہ وہ کلام از قسم رموز اور چیستاں ہوجائیگا اور نہ بکثرت الفاظ مبتذلہ مستولیہ استعمال کرے ورنہ اس صورت میں کلام حدِ شعر سے خارج ہوکر بازاری کلام ہوجائیگا۔"

ارسطو کی تقریر سے یہ مستنبط ہوتا ہی کہ چیستاں میں جو معنی کا سمجھنا دشوار ہوتا ہی اُس کا سبب کبھی تو الفاظ غیر متعارف کا استعمال ہی (اگرچہ یہ قسم اوضاع الفاظ کے جاننے پر مبنی ہوتی) کبھی ایسے غیر متعارف الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں کہ جن کا استعمال نہیں ہی جس کو متاخرین

علماء بلاغت تعقید کہتے ہیں یہ نوع کلام متاخرین بلغاء کے نزدیک کلام کو فصاحت سے خارج کر دیتا ہے اور کبھی معنی میں پیچیدگی پیدا ہوتی ہے اگرچہ الفاظ اُس کے بہت صاف اور عام فہم ہوتے ہیں اس کا منشاء اُس مضمون کو بقصد چھپانا ہوتا ہے اس لیے اُس کا سمجھنا محال ہوتا ہے اور اُن دونوں حالتوں کے درمیان جو نوعیت کلام واقع ہوتی ہے وہی صحیح اور بہترین قسم چیستاں ہے اور اسی معنی میں آج کل متاخرین میں چیستاں مستعمل ہے یعنی قائل کا مدعا یہ نہیں ہوتا کہ کوئی شخص اُس معنی تک کسی طرح پہنچ نہ سکے بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اُس معنی کو ظاہر لفظ سے نہ سمجھا جائے بلکہ بفکر اُس معنی تک سننے والا پہنچ سکے۔

بہترین اقسام چیستاں اسی وجہ سے بہترین چیستاں وہ ہے کہ جس میں ایسا خفیف پردہ ہو کہ وہ بظاہر بہت بڑا معلوم ہو لیکن حقیقت میں کچھ بھی نہ ہو اسکے بہت سے انواع ہیں جس کو بالاستیعاب سنسکرت اور ہندی کی پہیلیوں کے ذکر میں ہم بیان کرینگے۔ قبل اُس مبحث کے شروع کرنے کے نہایت ضروری ہے کہ اجمالی طریقہ پر ہم اُن اسباب کو کلیہ بیان کریں جو اکثر الفاظ جملہ سے اُن کے معنی کے سمجھے جانے میں سدِ راہ ہوتے ہیں بتیسر اُن اسباب کے موجود ہونے سے معانی کے فہم میں اغلاق واقع ہوتا ہے کسی کلام کے سمجھ میں نہ آنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں اگر وہ اسباب معلوم ہو جائیں اور اُن کو دفع کیا جائے تو وہ دقت دفع ہو جائیگی اور ہر کلام دقیق کے سمجھنے میں آسانی ہو گی اُن موانع کی جنسے معانی کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے تین قسمیں ہیں۔ اوّل یہ کہ اُس مضمون کے بیان میں کوئی نقص ہے یا ان الفاظ میں کوئی علت پوشیدہ ہے یا سننے

والے میں کوئی نقص ہی۔ پہلی صورت یہ ہی کہ معانی وسیع ہیں اور الفاظ چھوٹے ہیں جو اُن معنی کو پوری طرح گھیر نہیں سکتے جس سے اُس معنی کا سمجھنا دشوار ہوجاتا ہی اُس کے بھی دو اسباب ہیں کبھی تو متکلم میں قوت گویائی نہیں ہوتی اور اُس کو ادائے معانی پر قدرت نہیں ہی اگرچہ وہ خود اس مضمون کو سمجھتا ہی لیکن دوسرے کو سمجھا نہیں سکتا یا وہ غبی ہی کہ خود ہی نہیں سمجھتا تو دوسرے کو کیا سمجھائیگا۔ دوسری قسم یہ ہی کہ معانی کم ہیں اور الفاظ زیادہ ہیں اور یہ زیادتی الفاظ معانی کے سمجھنے سے مانع ہوتی ہی اس کے بھی دو اسباب ہیں۔ اوّل تو یہ کہ کہنے والا فضول گو ہی بہت بکتا ہی اور غیر متعلق باتیں شامل کرتا ہی جس سے اصل مدعا خبط ہوجاتا ہی۔ یا سننے والے کو غبی سمجھ کر کلام کو طول دیتا ہی حالانکہ وہ غبی نہیں ہی۔ تیسری قسم یہ ہی کہ متکلم نے کچھ اصطلاحات اپنے کلام میں قایم کرلی ہیں کہ جب تک سننے والا اُس اصطلاح کو نہ سمجھ لے مدعاء متکلم کو نہیں سمجھ سکتا۔ پہلی قسم جن میں الفاظ کی کمی اور معنی کی زیادتی سے دشواری ہوتی ہی۔ عام نہیں ہی بلکہ ایسا بہت کم ہوتا ہی بہت تھوڑے کلام ایسے پائے جائینگے جن میں الفاظ کی کمی اور معانی کی زیادتی سے اشکال اور دشواری پیدا ہوگئی ہو ایسی صورت میں اُن الفاظ کی کمی کو دور کرنا چاہیئے اور اگر معنی کا اشکال فضول گوئی اور طول کلام سے ہی تو یہ بہت آسان ہی اُس کلام میں سے غیر متعلق اور زوائد کے نکال دینے سے مطلوب واضح ہوجائیگا۔ لیکن اگر الفاظ کی کمی اور معانی کی زیادتی متکلم کے غلط فہمی سے واقع ہوئی ہی تو اس صورت میں بہت دقت ہی اور اس کا سمجھنا دشوار ہی اس لیے کہ جب تک بات کرنے والا اُس کو نہ سمجھے اُس وقت تک مخاطب

کیونکر سمجھ سکتا ہی البتہ اگر کسی کی ذکاوتِ طبع بہت بڑی ہو تو اُس کے اشارات مستعملہ سے مغزِ سخن کو سمجھ سکے گا اور اس مضمون کو مستنبط کرے جس کے بیان سے متکلم مجبور رہ گیا ہی تو ممکن ہی۔ اصطلاح کی بھی دو قسمیں ہیں ایک عام دوسرے خاص مصطلحات عامہ وہ ہیں جن کو علماء مسائل فنون کے بیان میں قایم کر لیتے ہیں وہ اُس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتیں جب تک وہ معلوم نہ ہوں اس لیے وہ معنی اصل سے جُدا ہوتے ہیں جیسے اسم لُغت میں محض نام ہی لیکن نحویوں نے اس سے وہ الفاظ لیے ہیں جو معنی مستقل رکھتے ہوں اور اُن میں زمانہ نہ پایا جاے یا دائرہ لُغت میں گھومنے والی شین کو کہتے ہیں لیکن مہندسین دائرہ اُس شکل کو کہتے ہیں جو ایک خط سے گھری ہوئی ہو اور اُس کے درمیان میں ایک ایسا نقطہ ہو کہ اُس سے جتنے خطوط محیط تک نکلیں سب برابر ہوں تمام علوم میں اس قسم کی اصطلاحات شایع اور ذایع ہیں کسی علم کو لو اصطلاحات سے خالی نہیں کچھ نہ کچھ اُس فن کے اصطلاحات ضرور ہونگے اور باعتبار اُس علم کی وسعت کے اصطلاحات کی وسعت و کثرت ہوتی ہی مصطلحات خاصّہ جن کی ترتیب اس نہج سے واقع ہوتی ہی کہ اُس کے معنی ظاہری کچھ اور ہوتے ہیں اور معنی مقصود کچھ اور۔ اگر ایسی صورت نثر میں واقع ہو تو اُس کو رمز کہتے ہیں۔ اور اگر نظم میں ہو تو وہ چیستاں (لغز) ہی اس قسم کے رموز علوم معنوی یا لغوی میں استعمال نہیں کیئے جاتے زیادہ تر ان کا استعمال دو چیزوں میں ہوتا ہی ایک تو اس مقام پر جہاں متکلم اپنے عقیدہ کو چھپانا چاہتا ہی اور بقصد ایسی عبارت رکھتا ہی کہ اس سے اصل مدعا واضح نہ ہو اور تاویل کی گنجایش باقی رہے

تاکہ کسی موقع پر اُس کی گرفت نہ ہو سکے دوسرے ایسے علوم کہ جن کا عام طور پر ظاہر کرنا مقصود نہیں ہوتا جیسے کیمیا وغیرہ کہ اُن کے اوصاف اور معانی رموز میں ظاہر کیے جاتے ہیں تاکہ ہر شخص اُس کو سمجھ نہ سکے اس قسم کی عبارت کی خوبی یہ ہی ہے کہ وہ عام فہم نہ ہو ورنہ وہ حد رمز سے خارج سمجھی جائیگی اکثر رموز کا استعمال اُن معنی کے لیے بھی ہوا کرتا ہے جن کو دقیع اور مہتم بالشان ظاہر کرنا ہو کہ نفوس اُس کے حل کی طرف راغب ہوں اور اُن کا اثر قلب پر غیر معمولی ہو قاعدہ ہے کہ ذہن جس مضمون کو بغور و خوض حاصل کرتا ہے اُس کی وقعت زیادہ ہوتی ہے باعتبار صریح کے اس لیے کہ اُس کے الفاظ دقیع ہوتے ہیں جس سے معانی میں بھی ایک وقعت پیدا ہوتی ہے اذہان سے بعید اشیاء کا حال وہی ہے جو آنکھوں سے اوجھل چیزوں کا ہے بالعموم آنکھوں سے دُور ہونے والی چیزیں دقیع معلوم ہوتی ہیں اور اُن کی طرف نفوس کو رغبت ہوتی ہے اس لیے کہ طبیعت انسانی شئے نامعلوم کی طرف فطرتاً مائل ہوتی ہے چیستاں کا مقصد صرف اذہان کی آزمائش ہوتی ہے۔ کلام میں اکثر ہی اسباب ہوتے ہیں جن سے اُن کے معانی کے سمجھنے میں دقت پیدا ہوتی ہے۔ وہ مواقع جو نفسِ ذات متکلم سے تعلق رکھتے ہیں بخیالِ طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔

قرآن میں چیستاں! نعوذ باللہ

چیمبرز انسائکلوپیڈیا جو معارف و معلومات کا خزینہ ہے اور انگریزی داں گروہ کا بڑا سرمایہ معلومات ہے اُس کے قابل مصنف تحقیقات چیستاں کی ذیل میں فرماتے ہیں کہ "قرآنِ کریم میں بھی چیستاں پائی جاتی ہیں" قبل اس کے کہ

میں اس کے متعلق کچھ لکھوں اتنا ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کل عموماً کسی مسئلہ کی متعلق رائے زنی یا تحقیق کی بنیاد ظن اور قیاس پر ہوا کرتی ہی اور اُسی قیاسی اور ظنی بنیاد پر احکام کی بلند عمارت کھڑی ہوتی ہی۔

چاہِ زمزم حوض ہی | مثلاً یورپ کے ایک سیاح نے عرفات کے میدان میں ایک جگہ ایک حوض دیکھا اور وہاں لوگوں کا مجمع دیکھکر قیاس کیا کہ یہی چاہ زمزم ہی اور اُس کی تصویر اپنی کتاب میں بنائی اور اُس کے نیچے لکھا کہ یہ چاہِ زمزم ہی۔ یہ قیاس یوں پیدا ہوا ہوگا کہ مسلمانوں میں زمزم کی عزت ہی اور اُس کو لوگ دُور دُور ملکوں میں تیمناً و تبرکاً لے جایا کرتے ہیں اس لیے اُس تالاب کے گرد لوگوں کے انبوہ کثیر کو دیکھکر سمجھا ہوگا کہ ہو نہو یہی زمزم ہی اس قسم کے ہزاروں قیاسات ہیں جن پر تحقیقاتِ جدیدہ کی بلند عمارت کھڑی ہی اُنہیں میں سے یہ بھی ایک قیاس تھا۔ میرے خیال میں جو طرز آج کل قیاس کا رائج ہی یہاں بھی اُسی رفتار سے کام لیا گیا ہی۔ جو لوگ قرآن کریم کی حقیقت سے نابلد ہیں وہ ظاہری قیاسات سے جس طرح چاہیں کام لیں لیکن حقیقت سے وہ اتنا ہی دُور رہینگے جس طرح ایک نابینا برکات نور سے۔ لائق مصنف نے کسی کتاب میں دیکھا ہوگا کہ قرآن کریم فصاحت و بلاغت میں مرتبۂ اعجاز رکھتا ہی اور معانی و بیان و بدیع کے تمام اقسام تقریباً قرآن میں موجود ہیں اس لیے کوئی وجہ نہیں ہی کہ چیستاں جو اقسام بدیع میں سے دلچسپ قسم ہی نہو۔ اسی قیاس نے قابل مصنف کو دھوکے میں ڈالا۔ یہ غلطی فنِ منطق کے نقصان سے بیشتر پیدا ہوتی ہی۔ حالانکہ قرآنِ کریم کی شان اس سے بہت بلند ہی۔

علامہ باقلانی کا انکار قرآن میں سجع ہونے سے

علامہ باقلانی تو قرآنِ کریم میں سجع کے وجود سے ہی انکار کرتے ہیں اور اس رائے پر بڑے گروہ کا اتفاق ہے چہ جائیکہ لغز اور معمے جو محض تفریح اور انبساط کے لیے موضوع ہیں ان کو قرآن کے مضامین سے کیا تعلق۔ امام یحییٰ بن حمزہ بن علی بن ابراہیم العلوی الیمنی نے لکھا ہے کہ "فاما القرآن الکریم فلیس فیہ شئ من ذالک لان ماھذہ حالہ انما یعرف بالحدس والنظر والقران خال عن ذالک لان معرفۃ معانیہ مقررۃ علی ما یکون صریحا لا یحتمل سواہ من المعانی او ظاہرا یحتمل غیرہ او مجملا لیفتقر الی بیان فاما ما یعلم بالحرز والحدس فلا وجہ لہ فی القرآن۔ واما السنۃ فقد روی ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کان سائرا باصحابہ یرید بدرًا فلقیہ بعض العرب فقال لھم ممن القوم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن من ماء فاخذ الرجل یفکر و یقول من ماء من ماء ینظر ای العرب یقال لہ ماء۔ وھذا لیس یعد من الالغاز وانما یعد من المغالطۃ المعنویہ لان قولہ (ماء) یحتمل ان یکون بعض بطون العرب یقال لہ (ماء) کما یقال ھو ماء السماء ویحتمل ان یکون مرادہ انھم مخلوقون من الماء ای النطفہ فھو کما ذکرناہ صالح للامرین علی جہۃ الاشتراک ودلالۃ الالغاز انما ھی من جہۃ الحدس لا من جہۃ اللفظ فاذن القران والسنۃ جمیعا منزھان عما ذکرناہ من الالغاز"

ترجمہ:۔ لیکن قرآنِ کریم میں چیستاں جیسی کوئی عبارت نہیں ہے۔ اس لیے کہ چیستاں کی قسم کی

چیزیں غور اور فہم پر زور دینے سے معلوم ہوتی ہیں۔ قرآن اس سے جدا ہے۔ اس لیے کہ معانی قرآنی بالتصریح ثابت ہیں جن میں دوسرے معانی کا کوئی احتمال بھی نہیں ہے اور نہ اُس کے ظاہر معنی کے علاوہ کوئی دوسرا معنی ہوں یا قرآن میں کوئی اجمال ہو جس کے ظاہر کرنے کی حاجت ہو۔ وہ کلام جو فکر اور رانش سے سمجھا جاتا ہے (وہ بھی اس طرح پر کہ اُس کا سمجھا جانا ہر شخص کے لیے یقینی بھی نہیں) قرآن میں پائے جانے کی اُس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(نوٹ صفحہ ۱۱۰ کی سطر ۷ تک عربی عبارت ہی کا ترجمہ ہے۔ توضیح کے لیے عنوان ذیل جدید قایم کر دیا گیا ہے ۱۲)

حدیث میں چیتیاں نہیں

لیکن حدیث تو روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے ہمراہ بدر کو تشریف لے جا رہے تھے آپ سے راہ میں کوئی عرب ملا اور اُس نے آپ لوگوں سے پوچھا کہ "کس قوم سے ہو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہم لوگ ماء (پانی) سے ہیں۔ عرب غور کرنے لگا اور کہتا رہا من ماء من ماء (پانی سے پانی سے) دیکھنا چاہیئے کہ کون عرب ہے جس کو ماء پانی کہتے ہیں،، یہ حدیث بھی چیتیاں نہیں ہو سکتی بلکہ یہ مغالطہ معنویہ کی قسم میں سے ہے اس لیے کہ آپ کا قول (ماء) ممکن ہے کہ عرب کا کوئی خاندان ہو جس کو ماء کہتے ہوں جیسا کہ عرب میں بولتے ہیں ھو ماءُ السَّماء اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی مراد ماء سے نطفہ رہا ہو اور آپ نے یہ فرمایا ہو کہ ہم سب پانی سے پیدا ہیں (یعنی ہم میں امر مشترک یہی ہے خاندان یا قبیلے سے کوئی بحث نہیں ہے گویا یہ جواب ہر ایک کی طرف سے صحیح ہے ورنہ ہر ایک کا خاندان یا قبیلہ بتلانا پڑتا) لہٰذا یہ عبارت دونوں معانی کا احتمال رکھتی ہے معنوی اشتراک کی وجہ سے اور چیتیاں کی دلالت اپنے معانی پر بغور و فکر سمجھی جاتی ہے

نہ بحیثیت اشتراک معنوی۔ لہٰذا قرآن وحدیث دونوں چیستاں نہائے مذکورہ سے پاک ہیں"۔

علم الالغاز پر متعدد کتابیں زبان عربی میں تصنیف ہوئی ہیں جن میں سے مشہور کتابوں کو میں یہاں نقل کرتا ہوں۔

علم الغاز پر کتابیں

اقلید الغایات، تصنیف ابو العلا معری المتوفی ۴۴۹ھ

محاجات وتتمہ مہام ارباب الحاجات، علم الدین السماوی ۵۳۸ھ

الاعجاز فی الاحاجی والالغاز۔ سعد بن علی الوراق الحظیری ۵۶۸ھ

مجموع فی الالغاز، محمد بن علی بن محمد الوادی ۵۵۶ھ

التصحیف والتحریف، عثمان بن عیسیٰ البلطی ۵۹۹ھ

منظومۃ الالغاز، عمر ابن الفارض ۶۳۲ھ

مجاز فتیا اللحن اللامن الممتحن فی ۰۰ اسئلہ المعزہ سلیمان بن موسیٰ بن سالم الکلاعی

الالغیہ فی الغاز الحنفیہ، محمد بن ابراہیم الاربلی ۶۷۹ھ

الایجاز فی الالغاز، ابراہیم بن عمر الجعبری ۷۳۳ھ

غایۃ الاعجاز فی الاحاجی والالغاز، محمد ابن الدیہم ۷۶۲ھ

مفتاح الکنوز فی ایضاح المرموز

الدرۃ الخفیہ فی الالغاز العربیہ، محمد بن احمد بن الحلبی ۸۰۳ھ

الذبالۃ المضیہ

منظومہ فی الغاز، محمد ابن الجزری ۸۳۳ھ

الالغاز، شہاب الدین احمد الحجازی ۸۷۵ھ

فجر الدیاجی فی الاحاجی، السیوطی ۹۱۱ھ

الذخائر الاشرفیہ فی الالغاز الخفیہ، عبد البر ابن محمد بن محمد ابن الشحنہ ۹۲۱ھ

کنز من حاجی وعمی فی الاحاجی والمعمی، محمد بن ابراہیم الحلبی ۹۷۱ھ

الکنز الاسماء فی علم المعمی، احمد ابن محمد المکی ۹۹۱ھ

تشحیذ الحجی بالغاز حروف الہجا، حسین بن عبداللہ المملوک ۱۰۳۲ھ

رسالہ فی الالغاز، معین الدین بن احمد البلخی ۱۰۴۰ھ

رکاز الرکاز فی المعمی والالغاز، عبداللہ بن محمد المدنی ۱۰۷۰ھ

المنحہ العارضیہ علی الالغاز الفارضیہ، الشیخ حسین الحلبی

ہنود کی شاعری پر گفتگو کی ضرورت

قبل اس کے کہ ہم متقدمین ہنود کا خیال چیتیاں کے متعلق کچھ ظاہر کریں نظر اجمالی ہنود کی شاعری پر ڈالنا قرین مصلحت سمجھتے ہیں جب تک ہنود کے خیالات کلیتاً شاعری کے متعلق معلوم نہ ہونگے اُس وقت تک بدیع اور پھر چیتیاں پر اُسی نقطۂ نظر سے اطلاع نہیں ہو سکتی۔ جب تک کسی شے کے اصول واضح نہیں ہوتے اُس وقت تک اُس کے فروع کی حقیقت مبرہن نہیں ہوتی۔ یہی سبب تھا کہ ہم نے چیتیاں کی بحث سے پیشتر فصاحت و بلاغت اور اُس کے انواع پر اجمالی نظر ڈالی تاکہ چیتیاں پر گفتگو کے سلسلہ میں جو کچھ ہم اُس کے متعلق بطور اصول موضوعہ کے

کہیں اُس سے ذہن خالی نہو۔

شعر کی تعریف ٭ داس گنگا دھر میں شعر کی تعریف یوں کی ہے "جو کلام کہ اُس سے خوش آیند مدعا ظاہر ہو وہ شعر ہے" لیکن یہ تعریف مانع نہیں ہے۔ ساتھیہ درپن میں وشونات نے جو تعریف کی ہے وہ بہتر ہے وہ یہ ہے۔ (वाक्यरसात्मक काव्यम्)

ترجمہ:۔ (یعنی لذت آلودہ کلام شعر ہے)۔ جذبات جس کلام سے حاصل ہووی شعر ہے۔ رس کا لفظ اسی مفہوم کو بتلاتا ہے۔ شاعری کی روح یہی رس ہے۔ مصنف رس رہسیہ (रसरहस्य) نے لکھا ہے۔

जगते अद्भुत मुख सद्दन, शब्दरु अर्थ कवित्त ।
यह लक्षण मैंने कियो, समुझि ग्रन्थ बहुचित्त ॥

ترجمہ:۔ دنیا سے نرالی بات جو مجموعہ لفظ و معنی سے ظاہر ہووہی کاوی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاعری میں انوکھاپن پائے جانے کی ضرورت ہے۔

کاویہ پرکاش کاویہ پرکاش میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے میں اس کی نقل کرتا ہوں۔

नियतिकृतनियमरहितां ह्लादैकमयीमनन्यपरतन्त्राम्,
नवरसरुचिरां निर्मितिमादधती भारती कवेर्जयति ॥

ترجمہ:۔ اُس شاعر کا کلام کامیاب ہے جو ایسی چیز پیدا کرے جو قدرت کے بنائے ہوئے قانون سے آزاد ہو حقیقی مسرت کو شامل ہو۔ جو دوسرے پر بھروسہ نہ رکھے اور جو نو رسوں کی خوبیوں کو شامل ہو۔

شاعر کی دُنیا جُداگانہ ہوتی ہے

یہاں شاعر نے **नियति** سے یہ مراد لیا ہے کہ اشیاء کے وہ خواص اور صفاتِ ذاتیہ جس سے دوسرے خواص اور صفات منتزع ہوتے ہیں، مثلاً کنول۔ اس سے اس کے معنی مصدری یعنی کنول ہونا اور اُس کنول ہونے کے لیے جن جن صفات کی ضرورت ہے مثلاً خوشبودار ہونا۔ پانی میں ہونا۔ خوش آیند ہونا وغیرہ وغیرہ جن سے وہ اپنی حدِ ذات میں دوسرے پھولوں سے ممتاز ہوتا ہے اُس میں موجود ہوتے ہیں یا اس سے یہ مُراد ہے کہ قدرت یا کسی دیوتا کی قوت بالغہ نے دنیا میں ایک قانون بنا دیا ہے جس پر نظم عالم قایم ہے۔ یہ قانون ہر شے اور موجود پر یکساں عمل کرتا ہے شاعر کا قانون اُس سے بالکل جُدا ہوتا ہے۔

قانون فطری شاعر کے یہاں بیکار ہے

یہ قانون جو دنیا میں رائج ہے شاعر کی دُنیا اس قانون سے بالکل الگ ہوتی ہے جہاں ایک عورت کے چہرہ کو نیلوفر کہتے ہیں اور اُس میں خوشبو اور نزاکت تسلیم کی گئی ہے وہ خود نیلوفر میں موجود نہیں۔ شاعر کی دُنیا میں نیلوفر چہرہ کی شکل میں بغیر پانی کے موجود ہے جو فطرت اور قانونِ مقررہ کے بالکل خلاف ہے۔ یہ معنی اس جگہ زیادہ قرینِ صواب ہیں

دوسرا امر جو شعر کے لیئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ مضمون کسی سے ماخوذ نہو بلکہ شاعر خود اُس کو پیدا کرے۔

تیسرے اُس کی جو نو قسمیں ہیں اُن میں سے کسی ایک کو شامل ہو۔

رس کی بحث

رس रस بمعنی ذائقہ۔ لیکن اصطلاح میں جذبہ ہے، اور وہ ہندوؤں کے خیال کے مطابق ناٹک دیکھنے اشعار پڑھنے سے جو ایک عجیب آرام اور خوشی پیدا ہوتی ہے اُسی کو رس کہتے ہیں۔ یہ بات شاعر کے نظم کی خوبی سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ہر شخص اس لذت اور جذبہ کا اہل نہیں ہے بلکہ صرف وہی لوگ جن کو فطرت نے یہ مذاق بھی عطا کیا ہو۔ جس کلام میں ان جذبات کے اظہار سے یہ لذت حاصل ہو اُس کو سرس सरस کہتے ہیں۔

وہ اثر جو سامعین یا ناظرین کے دل پر پیدا ہوتا ہے اُس کے سبب کو رس کہتے ہیں لیکن زیادہ عرف عام میں اُس معلول کو یعنی اُس اثر کو بھی رس کہتے ہیں۔ اس اثر کے پیدا کرنے کا ذریعہ بھاو भाव ہے۔ یعنی کسی چیز کے دیکھنے یا سُننے سے جب کسی خاص جذبہ کی تحریک ہوتی ہے اعم اس سے کہ وہ خوشی کا جذبہ ہو یا غم کا وہ بھاؤ ہے اور انوبھاؤ अनुभाव اُس کے اظہار خارجی کا نام ہے۔ مثلاً چہرہ کا رنگ متغیر ہو جانا۔ موجبات تحریک جذبات جن سے وہ کیفیت قوت پکڑتی ہے اس کو وی بھاؤ विभाव کہتے ہیں اُس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اُودی پن उद्दीपन دوسرے آلمبن आलम्बन اُس کیفیت کی بنیاد کو آلمبن کہتے ہیں یعنی وہ ذات جس سے اُس جذبہ کو تعلق ہو۔ مثلاً نئی عورت یا معشوق یا معشوقہ۔ اور اُودی پن اُس کیفیت اور جذبہ کے معاون چیزوں کو کہتے ہیں کوئل کی آواز۔ پپیہا کی کوک۔ یا چاندنی رات جنگل بسنت وغیرہ۔ انو کی ایک قسم

ساتوک بھاؤ सात्त्विकभाव ہے جس کو صحیح اور سچا یا حقیقی جذبہ کہتے ہیں۔ ساتوک بھاؤ کی آٹھ قسمیں ہیں۔ سکتہ، پسینہ پسینہ ہوجانا، جسم کے رونگٹوں کا کھڑا ہوجانا، آواز کا بدل جانا، آنسو، جسم کا تھرتھرانا، ہاتھ پیر کا بیکار ہوجانا، چہرہ کا رنگ بدل جانا، ان کو انو بھاؤ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ نتائج بھی ہیں۔ بھاؤ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وی بھی چاری بھاؤ व्यभिचारीभाव دوسری ستھای بھاؤ स्थायीभाव

وی بھی چاری بھاؤ اُن بھاؤوں کو کہتے ہیں جو کسی رس کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ آثار مختلفہ ہیں جو مختلف صورتوں میں قلب پر وارد ہوتی ہیں۔ اور اصلی جذبہ کو قوت پہنچاتے ہیں۔ ستھای بھاؤ اصلی جذبہ ہے جتنے اس سے ملتے ہیں سب وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں، اس کو تھر بھاؤ थिरभाव بھی کہتے ہیں۔ یہ سب بھاؤں میں سردار کہا جاتا ہے۔

ستھای بھاؤ کی قسمیں ستھای بھاؤ کی نو قسمیں ہیں۔ رتی रति کسی شے کو دیکھنے یا سُننے یا یاد آجانے سے جو خواہش پیدا ہو۔ اُس کو رتی بھی کہتے ہیں۔

سوہاس सुहास ہنسی یا خوشی۔ شوک शोक غم، جو ہجر وغیرہ سے پیدا ہو۔ کرودھ क्रोध غصہ۔ چاہے وہ کسی سبب سے پیدا ہو جس سے علحدگی حاصل ہو۔ اوت ساہ उत्साह بلند خیالی جس کی رحم یا فیاضی یا بہادری کی تحریک ہو۔ بھے भय خوف بدنامی۔

جگپسا जुगुत्पसा نفرت، قلب کی خاص کیفیت ہی جو کسی چیز کی دیکھنے یا سننے سے پیدا ہوتی ہی۔ اچرج आचरज تعجب، کیفیت قلبی ہی جو کسی حیرت انگیز چیز کے دیکھنے سے پیدا ہو۔ شانت शांत رضا و تسلیم، قلب کی وہ کیفیت جس کے پیدا ہونے سے دنیا بے حقیقت اور بے ثبات نظر آتی ہی۔

وی بھی چاری بھاو کی قسمیں

وی بھی چاری بھاو व्यभिचारी भाव کی جس کو سنچاری بھاو संचारीभाव بھی کہتے ہیں تینتیس قسمیں ہیں۔

نروید निर्वेद عجز و انکسار اس کا وی بھاو۔ دنیا سے بیزاری اور انو بھاو، آنسو اور سرد آہیں طبیعت کا اضمحلال۔ گلانی ग्लानि ضعف۔ برداشت کا باقی رہنا، وی بھاو غم کی درازی، ریاضت جسمانی یا خوشی یا بھوک پیاس ہیں زیادتی انو بھاو۔ کاہلی۔ ہاتھ پیر میں رعشہ۔ رنگ کا تغیر۔ شنکا शंका مقصد کے حصول میں شک وی بھاو، غیروں سے نفرت انو بھاو چہرے سے فکر و تردد کا ٹپکنا اسویا असूया دوسرے کی بڑائی کی برداشت نہ ہونا۔ وی بھاو دنائت چڑچڑاپن۔ انو بھاو۔ عیب چینی۔ تیور بدلنا۔ مد मद بدمستی خوشی سے بیخود ہو جانا وی بھاو نشہ پینا۔ انو بھاو، چلنے میں لڑکھڑانا۔ نیند کی کیفیت۔ بہکی ہوئی باتیں کرنا کبھی ہنسنا کبھی رونا۔ شرم श्रम تھکن۔ وی بھاو۔ خواہشات نفسانی کی حد سے زیادہ پیروی کرنا۔ انو بھاو۔ پسینہ آنا۔ آلسی आलस्य سستی و کاہلی۔ وی بھاو۔ تھکن۔ عیش پرستی۔ حاملہ ہونا۔ غور و خوض کرنا۔ انو بھاو۔ رک رک کر چلنا۔

جمائیاں لینا - دینتا दीनता ضرورت یا تکلیف کی وجہ سے طبیعت کا پست
ہونا - چنتا चिन्ता دردانگیز تصور، وی بھاو، کسی محبوب شے کا موجود ہونا، انوبھاو
رونا - آہیں بھرنا - جسم میں گرمی محسوس کرنا - موہ मोह پریشانی - گھبراہٹ - سمرتی
स्मृति یاد، وی بھاو یاد آنے کی کوشش کرنا - خیالات کا مسلسل انوبھاو
تیوری پر بل ڈالنا - دھرتی धृति قناعت، صبر وی بھاو - علم و قدرت
انوبھاو - مسرت، بلا شور و غل - تکلیف کا خاموشی سے برداشت کرنا - لاج लाज -
شرم، تعریف یا ملامت سے بچنا - وی بھاو، توہین، شکست انوبھاو، آنکھ نیچی ہونا، منہ چھپانا
چہرہ کا شرم آلودہ ہونا - دیگ बेग بیقراری یا تشویش کسی خلاف امید امر کے
پیش آجانے سے - وی بھاو - کسی دوست یا دشمن کا قریب آنا، اندیشہ ناک خطرہ کا
پیش آنا - انوبھاو پھسل جانا - گر پڑنا - جلدی جلدی چلنا - مگر چل نہ سکنا - جڈتا जड़ता
حواس کا گم ہونا - وی بھاو کسی شے گوار یا شے ناگوار کا حد سے زیادہ پیش آنا -
انوبھاو خاموشی ٹکٹکی لگانا - ہرش हर्ष خوشی، دماغ کی یکسوئی وی بھاو اپنے
دوست یا حبیب سے ملنا - بیٹا پیدا ہونا وغیرہ گرب गर्व اپنے آپ کو سب سے بڑا
سمجھنا وی بھاو اپنی عزت کرنا حسن یا مرتبہ یا قوت کے خیال سے وشاد विपद
کامیابی سے مایوسی، مصیبت کا اندیشہ - وی بھاو، دولت یا ناموری یا اولاد سے
مایوسی انوبھاو - سرد آہیں بھرنا، اختلاج قلب - غائب رہنا - نیند नींद غنودگی
قوائے دماغی کا معطل ہونا - وی بھاو جسم یا قلب کا تھکا ہونا - انوبھاو، رگوں کا ڈھیلا ہونا

انگڑائی لینا، اونگھنا۔ امرش **अमर्ष** رقابت کی برداشت نہ ہونا دی بھاو۔
خفت سبکی بے عزتی۔ اوت سکیے **औत्सुक्य** بے صبری دی بھاو پیارے دوست
کے آنے کا انتظار انوبھاو بیقراری، سستی آہ و فغاں۔ اپسمار **अपस्मार** بھوت
کا سر پر چڑھنا، ستاروں کا اثر ہونا دی بھاو ناپاکی، تنہائی، شدّتِ خوف یا رنج وغیرہ
سونا **सोना** نیند دی بھاو غنودگی، انوبھاو آنکھیں بند کرنا، چپ رہنا، خراٹے
لینا۔ بودھ **बोध** بیدار ہونا دی بھاو غنودگی کا رفع ہونا۔ انوبھاو آنکھیں ملنا
انگلیاں چٹخانا وغیرہ۔ اوگرتا **उग्रता** سختی ظلم دی بھاو قصور یا جرم کی تشہیر،
مرن **मरण** موت دی بھاو دم کا نکل جانا۔ زخمی ہونا انوبھاو زمین پر گرنا بے
بے حس و حرکت ہونا۔ ویادھ **व्याध** بیماری دی بھاو اخلاط کا خراب ہونا۔ جذبات
نفسانی کا بے جان انوبھاو تغیراتِ جسمانی اوہتی **अवहित्थ** بھیس بدلنا افعال
ظاہری سے اپنے ضمیر کو چھپانا۔ وی بھاو شرم مکر و فریب انوبھاو اپنے اصلی طریقہ
کے خلاف دکھانا یا بات چیت کرنا۔ تراس **त्रास** بلا وجہ خوف کرنا دی بھاو
ہیبت ناک آوازیں سننا۔ خوفناک اشیاء کا دیکھنا۔ انوبھاو ہل نہ سکنا۔ کانپنا وغیرہ
اونمادتا **उन्मादता** غور و خوض دی بھاو معشوق یا کسی محبوب کا ہاتھ سے جاتا رہنا
اپنی خرابی کا خیال آنا۔ انوبھاو بے تکی باتیں کرنا۔ بلا سبب رونا یا ہنسنا۔ ترک **तर्क**
غور و بحث، وی بھاو دل میں اشتباہ کا پیدا ہونا انوبھاو سر ہلانا بھوئیں چڑھانا ویلاس
विलास مسخرہ پن متی **मती** اندیشہ پریشان دماغی۔ وی بھاو شاستروں کا پڑھنا

انوبھاو سیر ہلانا۔ نصیحت کرنا مشورہ دینا۔

رس کی قسمیں رس کی نو قسمیں یہ ہیں چونکہ ہنود کی فلسفہ نے ہر قوّت کے تحفظ اور بقا کے لیے ایک دیوتا کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے اس لیے ہر نوع جذبہ کے لیے بھی ناچار ایک دیوتا ماننا پڑا جو اُس نوع جذبہ کو باقی رکھے اور فنا ہو جانے سے بچائے۔

شرنگار ایک شرنگار शृंगार اس میں خواہش نفسانی کا اظہار ہوتا ہے۔ نئی عورت اور مرد جوان آلمبن ہے۔ چاند۔ صندل، کوئل وغیرہ کی آواز اس کا اودی پن ہے۔ ترچھی نگاہ ابرو کا اشارہ۔ انوبھاو آلسی (سستی و کاہلی)، جگپسا (نفرت)، وی بھیچاری ہیں۔ رتی (خواہش نفسانی) ستھای بھاو ہے۔ سیاہ رنگ وشنو دیوتا ہے۔

ہاسی ہاسی हास्य سفید رنگ ہسی ستھای بھاو پرمتھ دیوتا (رام) جس آواز یا حرکت کو دیکھکر انسان کو ہنسی آوے وہ آلمبن اور اُس کی حرکت اُدی پن خواہش نفسانی وغیرہ، انوبھاو نیند کسل وغیرہ وی بھیچاری ہیں۔

کرونڑا کرونڑا करुणारस خاکی رنگ یم دیوتا۔ شوک (غم) ستھای بھاو سوچ (غور) آلمبن داہ (جلن۔ گرمی) وغیرہ۔ اودی پن۔ دیوکی ہجو وغیرہ انوبھاو۔ موہ وغیرہ وی بھیچاری ہیں۔

راودر راودر रौद्र میں غصّہ ستھای بھاو ی رنگ سُرخ ہے راودر دیوتا دشمن آلمبن ہے اُس کی حرکت یا افعال اُدی پن ہے۔ جھڑکنا اپنی بڑائی وغیرہ۔ انوبھاو تمیز توہین بیرحمی۔ لڑنا وغیرہ وی بھیچاری بھاو ہیں۔

ویر ویر رس کوشش،خوشی استھای بھاو ہی سکر دیوتا رنگ سُرخ۔جتینا وغیرہ آلمبن ہیں۔ مرد انوبھاو ہی۔ غرور۔ متی۔ بحث۔ سنچاری بھاو ہیں۔

بھیانک بھیانک رس ہیں خوف استھای بھاو ہی کال دیوتا سیاہ رنگ جس سے خوف پیدا ہو وہ اس میں آلمبن ہی خوف کی حرکات رُدی پن ہیں۔ خوف۔ گلانی۔ کانپنا۔ شک موت وغیرہ وی بھیچاری ہیں۔

وی بھتس وی بھتس वीभत्स توہین ستھای بھاو نیلا رنگ مہاکال اس کا دیوتا ہی بد بو۔ گوشت وغیرہ اس کا آلمبن ہی آنکھوں کی حرکت انوبھاو ہی۔ بیماری موت، آپسمار وغیرہ سنچار بھاو ہی

ادبھوت ادبھوت अद्भुत میں خوف ستھای بھاو گندھرب دیوتا ہی زرد رنگ عجیب وغریب چیزیں آلمبن۔ اُس کے صفات کی بڑائی اُدی پن ہی۔ پسینہ وغیرہ انوبھاو خوشی بحث اُس کی وی بھیچاری ہیں۔

شانت شانت رس शान्त صبر ستھای بھاو چاند کی سی رنگت، شری نارائن دیوتا خدا کا تصور اس کا آلمبن جی زہاد کی صحبت اُدی پن ہی خوشی، یاد وغیرہ سنچاری بھاو۔ رونگٹے کھڑے ہونا انوبھاو۔ (بعض دسواں رس وتسل رس بھی مانتے ہیں)

شاعری کا نفع کاریکا (۲)

काव्यं यशसेऽर्थ कृते व्यवहारविदे शिवेतरक्षतये ॥
सद्यः परनिर्वृतये कान्ता संमिततयोप देशयुजे ॥ २ ॥

ترجمہ۔ شعر کا مدعا شہرت۔ دولت حاصل کرنا۔ طباعی۔ برائی کا دور کرنا فوری اور موثر خوشی اور نصیحت جیسی بیوی اپنے شوہر کو نصیحت کرتی ہے

مہامہو پادھیائے شری گووند وغیرہ اس کے شرح میں لکھتے ہیں کہ شاعر وہ ہے جو اعلیٰ اور عجیب تخیلات کے اظہار پر قدرت رکھتا ہو۔ یہی شاعری ہے جو شہرت پیدا کرتی ہے جیسے کالیداس وغیرہ نے اس شاعری کی وجہ سے بہت بڑی شہرت و ناموری حاصل کی۔ یہی ذریعہ حصول دولت بھی ہے جیسے دھاوک وغیرہ کو شری ہرش وغیرہ راجاؤں سے دولت ملی اسی سے برائیوں کا ازالہ ہوتا ہے جیسا کہ میور کو سورج دیوتا کی مدح سرائی سے حاصل ہوا یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ میور شاعر مرض برص میں مبتلا ہو گیا تھا اس نے ایک سو اشعار کا ایک قصیدہ سورج دیوتا کی تعریف میں لکھا جس کی برکت سے اس کا مرض برص جاتا رہا) اشعار کے مطالعہ سے ذوق صحیح رکھنے والوں کو فوری لذت اور مسرت تازہ حاصل ہوتی ہے اور یہ لذت و کیفیت باعتبار خوبی کلام اور حسن ادا کے اس درجہ خیال پر قبضہ کر لیتی ہے کہ پھر انسان کی قوت ممیزہ بیکار ہو جاتی ہے۔ کمال شاعری یہی ہے اور شاعری کا منشا بھی یہی ہے اشعار سے مناسب فرائض بادشاہ و وزیر و رعایا کے بتلائے جاتے ہیں۔ یعنی بادشاہ کو اپنی رعایا کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے اور رعایا کو بادشاہ وقت کا مطیع اور منقاد اور بہی خواہ ہونا چاہئے ملک میں امن پیدا کرنا چاہئے۔ اسی شاعری کے ذریعہ سے نصائح اور مواعظ تاثیر پیدا کرتے ہیں۔

اقسام موعظت ایسے کلام جن کا مدعا نصیحت ہے ان کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ نوع موعظت جو ایک مالک اپنے نوکر کے لئے اختیار کرتا ہے۔ دوسری وہ نوع ہے جو ایک دوست اپنے دوست کو نصیحت کرتا ہے یعنی وہ طرز ادا جو دوستانہ پند و نصیحت میں استعمال ہوتی ہے۔ تیسری وہ نوع موعظت جو ایک عورت اپنے شوہر کی نصیحت میں استعمال کرتی ہے یہ سب انواع داخل بلاغت ہیں۔ یہ بھی بات ہے کہ ہر جگہ پر ایک ہی طرز موثر نہیں ہو سکتا چونکہ

بلاغت اقتضائے محل کے اعتبار سے کلام کا استعمال کرنا ہے اس لئے جو محل جس طرز ادا کا مقتضی ہوگا وہی اس کے لئے مناسب ہوگا۔ شاعری ایک قسم کی مقناطیسی قوت ہے جو تناسب الفاظ اور محل و موقع کے لحاظ سے کلام میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے بعینہ اس کی وہی حالت ہے جیسے اعضاء کے تناسب سے جس کو ہم حسن سے تعبیر کرتے ہیں قوت جاذبہ مقناطیسی پیدا ہوتی ہے کہ دل تنکوں کی طرح جو کہربا کی طرف خود بخود جنبش کھاتا ہوا دوڑتا ہے حسن کی طرف چار و ناچار کھنچ جاتا ہے۔ جو کلام اس اثر کو لئے ہوئے زبان سے ادا ہوگا قلب پر کتنا موثر ہوگا اور اس رنگ میں جو مضمون قلب پر وارد ہوگا قلب اس کو بہت جلد قبول کریگا۔ لیکن شرط یہی ہو کہ کلام مقتضائے محل کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص اپنے سے برابر مرتبہ اور حیثیت رکھنے والے سے وہ طرز کلام اختیار کرے جو ایک مالک اپنے نوکر سے نصیحت میں استعمال کرتا ہے تو یہ مخل بلاغت ہے اسلئے کہ اس میں مقتضائے حال کی رعایت نہیں ہے پہلے قسم کے نصائح کا انداز وید اور سمرتی وغیرہ کے کلام میں پایا جاتا ہے جن میں لفظی معنی غالب ہوتے ہیں یہ وہ احکام ہیں جن پر عمل کرنے کی ہدایت ہوتی ہے بلحاظ اس کے کہ ان سے کیا نفع ہوگا اور ان میں کونسی مصلحت پوشیدہ ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے رعایا کو حکم دیتا ہے اور اُس کے نفع و نقصان سے اُس کو آگاہ نہیں کرتا بلکہ وہ یہی کہتا ہے کہ ایسا کرو۔

دوسری قسم موعظت دوسری قسم موعظت کی وہ ہے جو پوران اور تواریخ و قصص کے مواعظ و نصائح کا طرز ہے جس میں واقعات اور حالات کے نتائج کے ذریعہ سے نصیحت ہوتی ہے اس میں الفاظ کے معانی براہ راست مقصود نہیں ہوتے بلکہ استعارہ اور کنایۃً نتائج کا استنباط ہوتا ہے اور اس کے ضمن میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی ہدایت ہوتی ہے جو اسی عبارت سے سمجھی جاتی ہے اور اس طریقہ ادا کو دوستانہ نصیحت کہتے ہیں یہ طریقہ بالکل اُس طرز ادا سے مختلف ہے جو اس کے تیسرے قسم میں استعمال کیا جاتا ہے اس لئے کہ یہاں لفظی معنی اور مجازی معنی (اور

اور ध्वनि یا वाच्यार्थ اور (लाक्षणिकार्थ) بالکل پس پشت ڈال دئے جاتے ہیں اور تمام قصہ یا ناٹک کی ترتیب اس طرح سے واقع ہوتی ہے جس سے اُس جذبہ کو حرکت میں لاتے ہیں جس سے اُسی کا تعلق ہے اور خیال کو اس ذریعہ سے مستعد قبول بناتے ہیں اور وہ مدعا اس قصہ کا مغز ہوتا ہے اس طرز کلام میں یا تو بھاؤ (کیفیت قلبی) اور انوبھاؤ (اعضا کے ذریعہ سے اُس کیفیت قلبی کا اظہار) وغیرہ کا اجتماع ان جذبات کا تصور دلاتا ہے یا خود اُس عبارت سے کنایۃً اس کا تصور ہوتا ہے لفظی اور مجازی معنی یہاں بالتبع مراد ہوتے ہیں یہ فقط اُس جذبہ کے اظہار کے لئے مددگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تیسری قسم موعظت تیسری قسم طرز نصیحت کی وہ ہے جو ایک عورت اپنے شوہر کو کرتی ہے جیسے ایک عورت پہلے اپنے شوہر کے دل پر اپنے ناز و کرشمہ سے قبضہ کر لیتی ہے پھر اُس سے اپنی ضروریات کو انجام دلاتی ہے اسی طرح شعر اپنے حسن ادا اور خوبی عبارت سے سننے والے کے دل پر قبضہ کر لیتا ہے پھر وہ خود اُس سے متاثر ہو کر اُن مضامین پر عمل کرنے اور اُس کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے اس تیسری قسم کا منشا یہی ہے۔ مصنف کاویہ پرکاش اس تمہید کے بعد شعر کی تعریف پھر اسکے اقسام بیان کرتا ہے کاریکا ۱

तददोषौ शब्दार्थौ सगुणावनलङ्कृती पुनः क्वापि

ترجمہ۔ (تب) ایک لفظ بامعنی صفات (شاعری) سے متصف غلطیوں سے پاک اور بعض وقت وبغیر صنائع کے بھی

منشا یہ ہے کہ کسی شعر میں شعر ہونے کی حیثیت اُسی وقت پیدا ہوتی ہے اور اس وقت شعر کے اطلاق کا مستحق ہوتا ہے جب اُس میں کوئی خاص خوبی پائی جائے بہت کم ایسے مواقع ہیں جن میں شعر صفات نظم سے خالی ہونے پر بھی شعر کا ان پر اطلاق ہو کاریکا میں حرف نفی अनलङ्कृती خفت اور کمی کا فائدہ دیتا ہے جس کے معنی یہاں یہ ہیں کہ "واضح نہ ہو" جیسے ایک شعر جس میں کوئی جذبہ ہو لیکن اُس میں صنعت غیر واضح ہو

تو وہ شعر کہے جانے کا مستحق ہوگا یہ ان شارحین کا خیال ہے جو صنعت کے وزن کی لفظی شرح کرتے ہیں لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے اول اس وجہ سے کہ اگر اس کا یہ منشا ہوتا تو وہ فقط सालंकारे استعمال کرتا دوسرے یہ کہ کوئی عبارت جو جذبات یا صنائع سے خالی ہو اس کا شعر ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ کسی قسم کے جذبہ کا اظہار اور کسی قسم کے صنعت لفظی یا معنوی کا پایا جانا یہی دو اسباب ہیں جن سے لذت حاصل ہوتی ہے اور اسی لذت کے حصول کا ذریعہ شعر ہے اس سے یہ متعین ہو گیا کہ جب شعر میں کسی جذبہ کا اظہار موجود ہے تو پھر اس کے شعر کہے جانے کے لئے کسی صنعت لفظی یا معنوی کی ضرورت نہیں ہے مصنف دھونی نے بھی یہی کہا ہے کہ جب کوئی عبارت کسی جذبہ کی محرک ہو تو اس سے خود ایک لذت حاصل ہوتی ہے اعم اس سے کہ اس میں صنعت لفظی یا معنوی موجود ہو یا نہ ہو بلغاء ہنود نے ان تمام جھگڑوں کے بعد شعر کی یہ

شعر کی تعریف

تعریف کی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ شعر وہ لفظ و مضمون ہے جو شعر ہونے کی صفات پر حاوی ہو اور غلطیوں سے محفوظ ہو اور اس میں کوئی صنعت لفظی یا معنوی موجود ہو بلغاء ہنود کے نزدیک اشعار کے صفات میں بہت سی چیزیں شریک ہیں کہ جن میں کسی کا موجود ہونا وجود شعر کے لئے ضروری ہے جیسے شرنگار शृंगार جس میں عورت و مرد کا عشق ظاہر ہوتا ہے اسی جذبہ کے لئے کوئل کی آواز۔ پپیہے کی آواز۔ مور کی آواز۔ چاند وغیرہ محرک ہیں۔ آنکھ اور بھوئیں وغیرہ اس جذبہ کے اظہار خارجی یا شواہد ہیں۔ خمار نیند اس کے وی بھی چاری بھاو (یہ کسی خاص جذبہ پر موقوف نہیں ہوتے بلکہ موجوں کی طرح آتے جاتے رہتے ہیں اور اصلی اثر کو مختلف طریقہ پر قوت دیتے ہیں) تھن رتی (کسی شے کی خواہش جو دیکھنے یا سننے یا آ جانے سے پیدا ہو) اس کا اصلی اور دائمی جذبہ ہے اس کا رنگ سیاہ ہے اور اس کا دیوتا وشنو ہے اسی طرح ہاسیہ۔ ویر۔ بھیانک وغیرہ اس کی تفصیل اوپر گذری۔

इदमुत्तममतिशयिनि व्यङ्ग्ये वाच्याद्ध्वनिर्बुधैः कथित : ॥ ४ ॥

ترجمہ۔ جب معنی پوشیدہ معنی ظاہری پر غالب ہوں تو وہ اوتم उत्तम (بہتر) شعر ہے اور اس کو حکما دھونی (ध्वनि) کہتے ہیں گو ند لکھتا ہے کہ اشعار کی بہترین قسم وہی ہے جس کے معنی پوشیدہ معنی ظاہری سے زیادہ موثر ہوں۔ اولاس اکاریکا ۵

अतादृशि गुणीभूतव्यङ्ग्यं व्यङ्ग्ये तु मध्यमम !

ترجمہ۔ لیکن جب معنی پوشیدہ اس طرح نہ ہو تو یہ شاعری متوسط درجہ کی ہے اسکو گنری بھوت دینگیہ गुणीभूतव्यङ्ग्य کہتے ہیں۔

معنی پوشیدہ معنی ظاہری سے زیادہ موثر ہوں

یعنی جب معنی پوشیدہ معنی ظاہری زیادہ موثر نہ ہوں تو یہ شاعری باعتبار درجات بلاغت کے متوسط درجہ کی ہوگی۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ معنی پوشیدہ معنی ظاہری سے کم موثر ہوں دوسرے یہ کہ دونوں کی تاثیر قلب سامع پر یکساں ہو ان دونوں صورتوں میں اس قسم کی شاعری اوسط درجہ کی سمجھی جاتی ہے۔ اولاس اکاریکا ۵

शब्दचित्रं वाच्यचित्रमव्यङ्ग्यं त्ववरं स्मृतम ॥ ५ ॥

چتر کی تعریف

ترجمہ جس میں کوئی پوشیدہ معنی نہ ہوں تو وہ ادنیٰ درجہ کی شاعری ہے۔ اس کو چتر (चित्र) یعنی بدیع کہتے ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں لفظی و معنوی۔ بلغاء ہنود کے خیال کے مطابق بدیع میں اظہار جذبات جس کو رس کہتے ہیں نہیں ہوتا اور یہی چیز اُن کے یہاں روح شاعری ہے جیسا کہ دھونی کے مصنف نے لکھا ہے کہ "رس روح شاعری ہے اور صنائع لفظی و معنوی کلانے آدی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صنائع کی مثال زیور کی ہے اور الفاظ بمنزلہ جسم کے ہیں اگر جسم زیوروں سے آراستہ ہو لیکن اُس میں روح نہ ہو تو بیکار ہے۔ کسی شعر میں اگر صنائع موجود ہوں لیکن رس (جذبہ) نہیں ہے تو اُسی طرح وہ شعر کہا جاسکتا ہے جیسے گھوڑے کی